قرآن کریم کی روشنی میں اہل یہود کے خصائص اور شاعت کا تاریخی مطالعہ

The Chronology, Characteristics and imprecation of Jewish in the Light of Quran: a Historical Study

1. Mian Faizan Ahmed	2. Muhammad Farman
Ph.D. Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, university of Sindh Jamshoro.	Ph.D. Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, university of Sindh Jamshoro.
Email: faizan.arain@scholars.usindh.edu.pk	**Email:** farman.shaikh@scholars.usindh.edu.pk

3. Shoaib Ahmed

Assistant professor Department, BSRS university, Mehran university.

Email: shoaib.kalhoro@faculty.muet.edu.pk

To cite this article:

1. Mian Faizan Ahmed , 2. Muhammad Farman
3. Shoaib Ahmed , Jan – June (2024) Urdu

قرآن کریم کی روشنی میں اہل یہود کے خصائص اور شاعت کا تاریخی مطالعہ

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2),21-32 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

ALBAHIS: RESEARCH JOURNAL OF ISLAMIC STUDIES SCIENCES
Jan- Jun 2024
Vol.5, Issue. 1

قرآن کریم کی روشنی میں اہل یہود کے خصائص اور شناعت کا تاریخی مطالعہ

The Chronology, Characteristics and imprecation of Jewish in the Light of Quran: a Historical Study

Abstract

Jews is among one of the nations who were blessed by Allah S.W.T several times but they continuously disobeyed and broke the law. From Quran & Bible, their history proves that since Exodus of Egypt until the arrival of *Jesus Christ*, their antiquity is full of disobedience and violation. Not only they killed large number of prophets but they had also changed the God's words. Moreover, they made gold's calf and bowed down before it in the presence of the prophets. Additionally, they did ingrate and rejected divine meal *Man-o-Salwa*. Furthermore, they made proud on their ancestorship without changing their evil nature and had accused Holy prophets of God in their literature. In addition, they had done contention on the earth by killing uncountable numbers of innocence people. Besides, after *Prophet David* and *Solomon*, leaving the True Allah, they fell into worshiping the false gods and this ignominious acts contained many centuries. In this paper, characteristics and dishonorableness nature of Jewish has been analyzed in the light of Quran and Bible.

Keywords : Jewish nation, Jewish history, Jewish studies, Jewish morality

کلیدی الفاظ: قوم یہود، تاریخ یہود، مطالعہ یہودیت، شناعت یہود

تمہید

رب کریم نے اقوام عالم میں مختلف اقوام کو رفعت وبلندی عطافرمائی مگران منعم علیہ اقوام میں بنی اسرائیل کو خاص مقام حاصل ہے۔بنی اسرائیل کا یہ اختصاص اس سبب سے ہے کہ خداوند کریم نے دیگر اقوام وملل کی نسبت بے شمار برکتیں، رحمتیں اور فضل اس قوم پر نازل کیں مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار کرم نوازیوں ومہربانیوں کے باوجود یہ قوم اپنی غیر عاجز طبیعت اور نافرمان فطرت کے باعث سرکشی میں آگے بڑھتی چلی گئی اور فکری کج روی کے سبب ان کی جرات اس قدر بڑھ گئی کہ انہوں نے نہ صرف کتاب اللہ کو تبدیل کرڈالا بلکہ وقت کے متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی شہید کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ نے بے شمار نبیوں کو اس قوم میں مبعوث کیا جو انہیں مسلسل رجوع الی اللہ کی دعوت دیتے رہے تاہم یہ قوم اپنی روشِ سے مجتنب نہیں ہوئی۔جب ان کا اخلاقی بگاڑ اور روحانی بیماریاں حد سے متجاوز ہوگئیں تو رب کریم نے سیدنا عیسیٰ مسیحؑ کو مبعوث فرما کر انہیں اصلاح کا آخری موقع فراہم کیا مگر انہوں نے اس موقع سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر تاقیامت ذلت ومسکنت طاری فرمادی اور دو ہزار سال تک انہیں منتشر رکھا۔

بنی اسرائیل

تاریخ بنی اسرائیل ویہودیت کا بڑا ماخذ تورات اور قرآن کریم ہے جس میں یہودیت کی قدیم تاریخ، عقائد، دینیاتی فکر، معاشرتی، مذہبی اور سماجی تفصیلات پائی جاتی ہیں۔اس بارے میں قرآن مجید کا انداز اجمالا اور اختصارا ہے جب کہ تورات اس متعلق قدرے تفصیلات فراہم کرتی ہے تاہم یہودیت کے

تاریخی مذہبی ادب میں متعدد ایسے سقم موجود ہیں جنہیں حل کرنے میں یہودی علما تا حال پریشان و سرگرداں ہیں۔[1] تورات کے برعکس قرآن مجید نے بنی اسرائیل کی تاریخی اور مذہبی روایات کو بھی نہایت شفاف انداز میں بیان کیا ہے۔ اس بارے میں سورۃ البقرۃ، سورۃ الاعراف، سورۃ یوسف، سورۃ طہ، سورۃ القصص، سورۃ ابراہیم اور سورۃ الانبیاء کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے جہاں سیدنا ابراہیمؑ، سیدنا یعقوبؑ، سیدنا یوسفؑ، سیدنا موسیٰؑ، سیدنا داؤدؑ اور سیدنا سلیمانؑ جیسی یہودیت کی جلیل القدر ہستیوں کے حالات زندگی پائے جاتے ہیں۔ یہ تمام برگزیدہ افراد یہودی تاریخ کا اہم ترین حصہ ہیں تاہم تورات میں ان کی وقائع نگاری افسانوی طرز پر کی گئی ہے مگر قرآن کریم میں ان لوگوں کے متعلق طرز بیان افسانوی نہیں ہے بلکہ اختصار کے ساتھ ان ہستیوں کے بارے میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔[2] قرآن کریم کے ایک بڑے حصے میں بنی اسرائیل اور یہود کے واقعات، عادات و خصائل اور افعال شنیعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم اور بائبل مقدس دونوں کے مطابق یہودی اپنی تاریخ سیدنا ابراہیمؑ سے شروع کرتے ہیں جو یہودیوں کے ساتھ مسیحیوں اور مسلمانوں کے بھی جد امجد اور مذہبی تاریخ کے مبدا و منبع سمجھے جاتے ہیں۔ بائبل کی کتاب کے ابتدائی ابواب میں سیدنا ابراہیمؑ کے حالات و واقعات کا تفصیلاً ذکر پایا جاتا ہے جس میں سیدنا ابراہیمؑ کا نسب نامہ، پیدائش، ملک کنعان کی طرف ہجرت کا حکم، وہاں جا کر مختلف قربان گاہوں کی تعمیر وغیرہ جیسے واقعات کے ساتھ ان کی آل اولاد اور وفات کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔[3] سیدنا ابراہیمؑ کی عمر مبارک جب سو سال کے قریب تھی تب اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر بی بی سارہ سے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام انہوں نے اسحاقؑ رکھا۔ سیدنا ابراہیمؑ کی وفات کے بعد سیدنا اسحاقؑ ملک کنعان میں ان کے وارث ٹھہرے۔ بائبل کے مطابق انہوں نے اپنی ساری زندگی کنعان میں غیر متحرک اور بے رنگ انداز میں گزار دی اور اپنی زندگی کے آخری ۷۵ سال تک وہ نابینا بھی رہے۔ انہی اسحاقؑ کے گھر یعقوبؑ پیدا ہوئے جن کا لقب اسرائیل ٹھہرا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔[4] اس حوالے سے کوئی مستند تاریخی شہادت موجود نہیں ہے کہ انہیں اس نام سے کب موسوم کیا گیا مگر مصر میں آثار قدیمہ کی دریافتوں میں ملنے والے ایک پتھر (Merneptah Stele) پر مندرج عبارت کے مطابق اسرائیل ایک غیر ملکی قوم کا نام ہے۔ تاریخی لحاظ سے اس پتھر کا زمانہ ۱۲۳۰ قبل مسیح سے ہے۔[5]

سیدنا یعقوبؑ کی زندگی میں ہی سیدنا یوسفؑ ان تمام لوگوں کو کنعان سے نکال کر مصر لے گئے تھے اور یہ لوگ طویل عرصہ تک سیدنا یوسفؑ کے زیر سایہ مصر میں سکونت پذیر رہے۔ اس وقت تک یہ لوگ ایک قوم کی شکل میں ابھر کر سامنے آچکے تھے مگر ان کے افعال شنیعہ دیکھ کر سیدنا یوسفؑ نے ان میں

---

[1] ضیاءاللہ خان جدون، ''سامی مذاہب میں یروشلم کی ملکیت اور عالمگیر خدائی خلافت کے استحقاق کا علمی جائزہ'' (جامعہ پشاور، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۱.
Ziaullah Khan Jadoon, "Jerusalem ki Milkiyat or Alamgir Khilafat k Isteqak ka Ilmi Jaiza" Sami Mazahib me. (Peshawar University, 2019) pg 21

[2] فرخ ناز، ''یہودی، مسیحی اور مسلم تعلقات کا دینیاتی اور تاریخی جائزہ'' (جامعہ پشاور، ۲۰۱۴ء)، ص ۳.
Farah Naz, "Yahoodi, Maseehi or Muslim Taluqat ka Denyati or Tarekhi Jaiza" (Pishawar University, 2014) pg 3.

[3] کلام مقدس، اشاعت نہم (کیتھولک بائبل کمیشن پاکستان، ۲۰۰۷ء)، پیدائش باب ۱۰ تا ۲۵
The Holy Bible, 9th Edition (Catholic Bible Commission, 2007) Genesis Chapter 10 to 25.

[4] جدون، ''سامی مذاہب میں یروشلم کی ملکیت اور عالمگیر خدائی خلافت کے استحقاق کا علمی جائزہ''، ص ۲۴-۲۳.
Jadoon, "Sami Mazahib me Jerusalem ki Milkiyat or Alamgir Khilafat k Isteqak ka Ilmi Jaiza" pg 23-24.

[5] کتاب مقدس مطالعاتی اشاعت (لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۴۴
Kitab-e-Muqaddas Mutaalati Ishaat (Lahore: Pakistan Bible Society, 2012) pg 244.

سے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ کیا۔[6] اگرچہ سیدنا یوسفؑ کے ارتحالِ دنیا کے بعد بھی طویل عرصہ تک تخت مصر پر بنی اسرائیل کا اثر ورسوخ رہا[7] تاہم اتحاد واتفاق کا فقدان ہونے کی وجہ سے فراعین مصر ان پر مختلف مظالم ڈھانے لگے۔ مصر میں رہتے ہوئے جب یہ لوگ فرعون کے مظالم سے تنگ آ گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا۔ سیدنا موسیٰؑ نے ان ناگفتہ بہ حالات میں تن تنہا فرعون مصر کا مقابلہ کیا اور بنی اسرائیل کو اس سے خلاصی دلائی جب کہ فرعون کو سرکشی وظلم کی پاداش میں اسی سمندر میں ان کی آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا۔[8]

مدت مدید تک مشرک مصریوں کی غلامی میں رہنے کے سبب سے بنی اسرائیل کا اپنے اجداد سے فکری وروحانی رشتہ تقریباً ختم چکا تھا اور وہ مصری بت پرستوں کے اس قدر زیر اثر ہو چکے تھے کہ بے پناہ الٰہی رحمتوں اور عنایتوں کو دیکھ کر بھی خدائے واحد کا شکر ادا کرنے کے بجائے وہ مصری معبودان باطلہ کی عقیدت کے ہی اسیر رہے اور ان کو قلوب واذہان سے یہ رشتہ منقطع نہ ہو سکا۔ اس تعلق کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے کفران کا اولین مظہر گوسالہ پرستی کی صورت میں اس وقت سامنے آ گیا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام حکم خداوندی کی تعمیل میں کوہ سینا تشریف لے گئے اور پیچھے سے انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ اس گناہ عظیم کے باوجود بارانِ رحمت الٰہی ان سے دور نہ ہوئے اور سیدنا موسیٰؑ کی التجا سے انہیں اس جرم کی نہ صرف معافی مل گئی بلکہ مزید انعامات بھی عطا ہوئے۔ خروج مصر کے بعد صحرا نوردی کے ایام میں رب کریم نے بنی اسرائیل کو دھوپ کی حدت وتمازت سے بچانے کے لیے بادل بھیجے جو ان پر مستقل سایہ فگن رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی غذا کے لیے 'من وسلوی' کی صورت میں آسمانی ضیافت نازل کی۔ پانی جیسی بنیادی ضرورت زندگی کی تکمیل کے لیے سیدنا موسیٰؑ کو پتھر پر عصا مارنے کا حکم ملا اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لیے اس پتھر سے فی الفور پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

ایک طرف یہ لوگ بیٹھے بٹھائے من وسلوی کھا رہے تھے تو دوسری طرف مصر کی آب وہوا انہیں سست اور کاہل بنا چکی تھی چنانچہ انعامات الٰہیہ پر کلمات تشکر ادا کرنے کے بجائے یہ لوگ ناشکری پر اتر آئے اور مائدہ آسمانی کو ٹھکراتے ہوئے کھانے کے لیے زمینی چیزیں طلب کرنے لگے۔

"وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰي طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا"[9]

"اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم صبر نہیں کر سکتے مگر ایک ہی طرح کے کھانے پر لہذا آپ اپنے پروردگار سے ہمارے لیے درخواست کیجیے کہ وہ ہمارے لیے زمین سے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کر دے۔"

اسی ناشکری کی وجہ سے ان میں سے روحِ جہاد بھی سلب ہو گئی اور جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ملک کنعان میں داخل ہونے کے لیے جہاد کا حکم دیا تو انہوں نے حکم الٰہی پر عمل کرنے کے بجائے صاف انکار کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اے موسیٰؑ! تو اور تیرا رب جا کر جہاد کریں، ہم تو نہیں آئیں گے۔[10]

یہود کی ابتدا

[6] علامہ خالد محمود، تحقیق الابواب لتعارف الکتاب المسمیٰ بہ آثار التنزیل (لاہور: دار المعارف، س ن)، ج ۲، ص ۱۴۲۔

Allama Khalid Mehmood, Tahqeq-ul-Abwab litaarifil Kitab almusama bi Aasarut Tanzil (Lahore: Darul Maarif, n.d) Vol 2, pg 142

Alan B. Lloyd, *Herodotus Book II Commentary 99-182* (Brill, 1993), 76.[7]

[8] کلام مقدس، خروج ۱۴: ۳۱-۵؛ القرآن الکریم ۲۰: ۷۸۔

Kalam-e-Muqaddas, Exodus 14:5-31, Al-Quran 20:78

[9] القرآن الکریم ۲: ۶۱

Al-Quran 2:61

[10] القرآن الکریم ۵: ۲۶-۲۰؛ کلام مقدس، استثناء ۱: ۳۴-۱۹

Al-Quran 5:20-26, Kalam-e-Muqaddas, Deuteronomy 1:19-34

سیدنا یوسفؑ کے دور میں جب بنی اسرائیل مصر پہنچے تو ان کی تعداد ستر نفوس پر مشتمل تھی مگر دخول مصر کے محض دو ڈھائی سو سال بعد جب انہوں نے مصر سے خروج کیا تو ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔ تورات کے مطابق بھی جب موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے خروج کیا تو ان کے ہمراہ کئی ملے جلے گروہ بھی تھے۔ یہ گروہ دراصل مصر کے غیر اسرائیلی افراد تھے جو سیدنا موسیٰؑ پر ایمان لا کر ان کی امت میں شامل ہو چکے تھے۔[11]

سیدنا موسیٰؑ کے وصال کے بعد بنی اسرائیل کا جو دور شروع ہوا، اسے قاضیوں کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں سیدنا موسیٰؑ کے جانشین حضرت یوشع بن نون بنی اسرائیل کے ملک کنعان میں لے آنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب یہ لوگ کنعان یعنی فلسطین میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنا سیاسی نظام تشکیل دیا اور سماجی و معاشرتی مسائل کے حل کے لیے قاضیوں کا تقرر کیا جو تورات کی روشنی میں لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔[12] قاضیوں کا یہ دور کم و بیش تین سو سال پر محیط ہے اور اس کے بعد سلاطین کا دور شروع ہوتا ہے۔[13]

اس زمانے میں حضرت سموئیلؑ مبعوث ہوئے تو قوم نے ان سے درخواست کی کہ آپ ہماری قیادت کریں تاکہ آپ کی رہنمائی میں ہم کنعانیوں سے لڑیں اور بادشاہت قائم کریں۔ اس وقت کنعانی قوم جالوت نامی ایک سورما کے جھنڈے تلے لڑ رہی تھی۔ حضرت سموئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے طالوت کو بنی اسرائیل کا قائد مقرر کیا اور اس کی قیادت میں اسرائیلیوں نے کنعانیوں سے جنگ شروع کی۔ بائبل میں طالوت کا نام ساؤل مذکور ہے۔ اس وقت سیدنا داؤدؑ بھی پیدا ہو چکے تھے اور عالم شباب میں تھے۔ حضرت طالوت کے لشکر میں لڑنے والے سپاہیوں میں سیدنا داؤدؑ بھی شامل تھے جنہوں نے کنعانیوں کے قائد جالوت کو قتل کیا اور اسرائیلیوں کو فتح ہوئی۔ طالوت کی وفات کے بعد سیدنا داؤدؑ بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے اور اس خطے میں بنی اسرائیل کی ایک منظم حکومت قائم ہوئی۔[15/14]

سیدنا داؤدؑ نہ صرف بادشاہِ وقت تھے بلکہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بھی تھے اور آپ کی حکومت پورے خطہ فلسطین پر محیط تھی۔ سیدنا داؤدؑ نے فلسطین کے شہر یروشلم میں بیت المقدس کی تعمیر شروع کروائی مگر ۹۷۱ قبل مسیح میں آپؑ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت تک بیت المقدس کی تعمیر ہنوز نامکمل تھی۔ سیدنا داؤدؑ کے بعد آپ کے فرزند سیدنا سلیمانؑ اسرائیل کے بادشاہ اور خلیفہ بنے۔ آپؑ نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کروائی اور ۹۳۱ قبل مسیح میں آپؑ کا وصال ہوا۔[16] سیدنا سلیمانؑ کے انتقال کے بعد حضرت داؤدؑ کی قائم کردہ اسرائیل کی متحدہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا اور یہ سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شمالی حصہ اسرائیل کہلانے لگا جس کا دارالحکومت سامریہ تھا جب کہ جنوبی حصہ یہودیہ بن گیا جس کا صدر مرکز یروشلم تھا۔ انقسام سلطنت کے بعد بنی اسرائیل میں طویل عرصہ تک خانہ جنگی اور انارکی چلتی رہی اور یہ دونوں حکومتیں آہستہ آہستہ اس قدر کمزور ہو گئیں کہ ۵۸۶ قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے فلسطین پر حملہ کر کے نہ صرف سب کچھ تباہ و برباد کر دیا بلکہ بہت سے یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا جہاں وہ ایک عرصہ تک

---

11 سید آل حسن مہانی، کتاب الاستفسار مع مقدمہ مناظر اسلام ڈاکٹر خالد محمود (لاہور: دار المعارف، س ن)، ص ۷۵
Aal Hasan Mohani, Kitabb-ul-Istifsar ma Muqadma Munazir Islam Dr Khalid Mehmood (Lahore: Darul Maarif, n.d) pg 75

12 کلام مقدس ، یشوع باب ۱ تا ۲۲

Kalam-e-Muqaddas, Joshua Chapter 1 to 22

13 کلام مقدس، یشوع ۱:۱-۱۸، ۲:۱-۲۴، ۳:۲-۱۷، ۴:۱-۲۴

Kalam-e-Muqaddas, Joshua1:1-18, 2:1-24, 3:2-17, 4:1-24

14 مہانی، کتاب الاستفسار مع مقدمہ مناظر اسلام ڈاکٹر خالد محمود، ص ۷۷
Mohani, Kitabb-ul-Istifsar ma Muqadma Munazir Islam Dr Khalid Mehmood, pg 77

15 کلام مقدس ، ۱- سموئیل ۷ :۵۰-۴۸

Kalam-e-Muqaddas, 1- Samuel 7:48-50

16 کلام مقدس ، ۱- سلاطین ۶ :۳۶-۱.

Kalam-e-Muqaddas, 1-Kings 6:1-36

بابلیوں کے غلام بنے رہے۔کچھ وقت بعد شہنشاہِ ایران سائرس نے بابل پر چڑھائی کردی اور یہ پورا علاقہ فتح کرلیا۔سائرس نے فتح کے بعد یہودیوں کو آزاد کردیا اور انہیں فلسطین جا کر بسنے کی اجازت دے دی چنانچہ یہ لوگ واپس یہاں آئے اور انہوں نے سیدنا سلیمانؑ کے تعمیر کردہ بیت المقدس کے کھنڈرات پر دوسری عمارت تعمیر کی تاہم یہ عمارت سابقہ عمارت کی طرح عظیم الشان نہ تھی۔بیت المقدس پھر سے آباد و خوشحال ہوا مگر یہود کی سیاسی شان و شوکت برقرار نہ ہو سکی اور ۳۳۳ قبل مسیح میں یونانیوں نے سکندر اعظم کی قیادت میں اسے فتح کرلیا۔یونانیوں کی آمد کے بعد یہوداہ مکابی نامی ایک یہودی عالم نے اپنی قوم کو آزادی دلانے کے لیے عسکری جدوجہد شروع کی اور ایک چھوٹی سی حکومت بھی قائم کرلی مگر اس کی قائم کردہ حکومت دیرپا ثابت نہ ہو سکی اور کچھ ہی عرصہ بعد رومیوں نے اس سلطنت کو فتح کرلیا۔سیدنا عیسیٰؑ کی پیدائش بھی اسی رومی عہد کے دوران ہوئی اور ان کے مبینہ صلیبی موت کے فقط چالیس سال بعد یہودیوں نے رومیوں کے خلاف بغاوت کردی جس کے نتیجے میں رومی فوجوں نے فلسطین پر یلغار کردی اور اس پورے خطے کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔یروشلم میں موجود بیت المقدس کو تباہ کرڈالا، لاکھوں کی تعداد میں یہودیوں کو قتل کیا اور بچے کھچے یہودیوں کو جلاوطن کردیا۔اس فیصلہ کن جنگ کے بعد یہودیوں کی رہی سہی شان و شوکت بھی جاتی رہی[17] اور یہ لوگ دنیا میں منتشر ہوگئے اور اس کے بعد پھر دوبارہ متحد نہیں ہو سکے۔

خصائص وشناعتِ یہود

گائے پرستی

مصر میں بنی اسرائیل صدیوں تک قبطیوں کی غلامی میں رہے تھے جس کی وجہ سے یہ اپنے آباءواجداد کی تعلیمات اور روحانی میراث تقریباً فراموش کرچکے تھے۔سیدنا موسیٰؑ کی معرفت ان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے بحال تو ہوا مگر مصری مشرکوں کے درمیان رہنے کے سبب سے کفر کے اثرات ان میں کچھ اس طرح سے رچ بس گئے تھے کہ سیدنا موسیٰؑ کے کوہ سینا پر تشریف لے جاتے ہی سیدنا ہارونؑ کی موجودگی کے باوجود انہوں نے بچھڑے کا بت بنا کر اسے پوجنا شروع کردیا جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بطور سزا آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

"اور جب موسیٰؑ نے کہا اپنی قوم سے کہ اے میرے لوگوں! اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے یہ بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے پس تم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور آپس میں ایک دوسرے کو باہمی قتل کرو اب اللہ کے نزدیک اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔"[18]

کفرانِ نعمت

اس باہمی قتال جیسی سخت سزا کے حکم کے بعد بھی ان میں نافرمان اور سرکش افراد باقی رہے جنہوں نے بار بار احکامات خداوندی کا انکار کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پوری ایک نسل کے مرجانے تک ان کو مسلسل صحرا میں دربدر بھٹکنے کی سزا دی۔[19] تاہم اس صحرانوردی کے سزا کے دوران بھی ان کے لیے خداوند کریم کی شفقت و محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک وافلاس سے بچانے کے لیے آسمانی غذا من وسلویٰ اتار دی۔من وسلویٰ کے علاوہ صحرائی دھوپ کی تپش اور حدت سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل بھیجے جو ان پر سایہ فگن رہتے اور یہ جہاں جاتے بادل ان پر سایہ کیے رہتے۔

" وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ "[20]

---

[17] موہانی، کتاب الاستفسار مع مقدمہ مناظر اسلام ڈاکٹر خالد محمود، ص ۷۹
Mohani, Kitabb-ul-Istifsar ma Muqadma Munazir Islam Dr Khalid Mehmood, p 79

[18] القرآن الکریم ۲:۵۴
Al-Quran 2:54

[19] کلام مقدس ،استثناء ۴ :۳۷
Kalam-e-Muqaddas, Deuteronomy 4:37

[20] القرآن الکریم ۲:۵۷
Al-Quran 2:57

"اور ہم نے تم پر ابر رحمت کو سایہ کیااور من وسلوی نازل کیا جو کچھ ہم نے تم کو پاکیزہ اشیاء عطا کیں تم اس میں سے کھاؤاور انہوں نے حکم عدولی کر کے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ وہ در حقیقت اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔"

آل ابراہیمؑ ہونے کا دعویٰ

یہ انبیاء کرامؑ کی برکات تھیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر مختلف انعامات واکرامات کی برسات طویل مدت تک جاری رکھی تھی مگر ان انعامات قدوسیہ پر شکر کرنے کے بجائے یہودیوں کو یہ فکری غلط فہمی لاحق ہوگئی کہ وہی خداوند کی نظر میں سب سے پسندیدہ اور چنیدہ قوم ہیں۔ قرآن کریم کے مطابق ان کا تحدی پر مبنی دعویٰ یہ تھا کہ صرف ہم ہی خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔[21] یہود کا یہ فاخرانہ دعویٰ صرف انعامات خداوندی کا مورد ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس بات کا بھی گھمنڈ تھا کہ وہ اولادِ ابراہیم میں سے ہیں اور ابراہیمؑ بھی ان کی طرح یہودی ہی تھے لہذا ہدایت و نجات صرف اسی صورت ممکن ہے کہ یہودیت اختیار کر لی جائے۔

"وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا"[22]

یہودیوں کا قول ہے کہ یہودی ہو جاؤ تو راست پاؤ گے۔ عیسائیوں کا قول ہے کہ عیسائی ہو جاؤ تو نجات یافتہ ہو جاؤ گے۔

یہودیوں کی خود کو سیدنا ابراہیمؑ سے روحانی اور صلبی نسبت جوڑنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب یہ لوگ ملک مصر سے نکلے تو اس پورے خطے میں واحد یہی قوم تھی جو غیر ملکی، بے سہارا اور مفلس تھی چنانچہ ان کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ کسی طرح کچھ زمین پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ لوگ اس حقیقت کا پوری طرح ادراک رکھتے تھے کہ ملک کنعان کے ارد گرد بسنے والی اقوام یا تو سیدنا ابراہیمؑ کی براہ راست اولادیں ہیں یا پھر وہ لوگ ہیں جو سیدنا ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا اور مقتدی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ اس زمین پر قبضہ کرنے اور اسے ہتھیانے کے جواز کے لیے انہوں نے خود کو سیدنا ابراہیمؑ کی واحد اور حقیقی اولاد ہونے پر زور دینا شروع کر دیا اور مختلف حربوں اور کتاب اللہ میں تحریفات کے ذریعے دیگر اقوام کو میثاق ابراہیمی سے خارج کر دیا۔[23] اسی لیے وہ اپنا ناطہ سیدنا ابراہیمؑ سے جوڑتے تھے تاکہ دنیا کو یہ باور کرواسکیں کہ سیدنا ابراہیمؑ بھی ان کی طرح فکری طور پر یہودی ہی تھے گویا ان لوگوں نے اپنی مادہ پرستی کا عذر پیش کرنے کے لیے سیدنا ابراہیمؑ جیسی جلیل القدر ہستی کا سہارا لینا چاہا تھا مگر قرآن کریم نے ان کے اس تحدی پر مبنی دعویٰ کی صریح نفی کر دی۔ قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ابراہیمؑ کے یہودی و عیسائی ہونے کی نفی کرتے ہوئے بیان کیا کہ ابراہیمؑ تو یہودی و عیسائی نہ تھے بلکہ وہ تو دین حنیف کے پیروکار تھے۔

"ابراہیمؑ تو یہودی نہیں تھے اور نہ ہی وہ عیسائی تھے بلکہ وہ تو سیدھے راستے والے مسلمان تھے۔"[24]

قرآن مجید نے یہ وضاحت اس لیے بھی کی کہ یہودی تو طلب جاہ میں مستغرق اور متاع الغرور کے حریص تھے اور ان کی نظر میں مادیت ہی سب کچھ ہی تھی جبکہ سیدنا ابراہیمؑ فقط اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور ان کی نظر میں مادی اسباب اور دنیاوی متاع کی کچھ حیثیت نہ تھی۔[25] صرف قرآن مجید ہی

[21] القرآن الکریم ۵:۱۸

Al-Quran 5:18

[22] القرآن الکریم ۲:۱۴۳

Al-Quran 2:143

[23] عبداللہ غازی، قدیم یہودی فرقوں کی تاریخ (کراچی: ادارہ تحقیقات، ۲۰۲۱ء)، ص۹۵-۹۶

Abdullah Ghazi, Qadeem Yahudi Firqoon Ki Tarekh (Karachi: Idara-e-Tahqeeqat, 2021), p 95-96

[24] القرآن الکریم ۳:۶۷

Al-Quran 3:67

[25] غازی، قدیم یہودی فرقوں کی تاریخ، ص۲۱-۲۰

Ghazi, Qadeem Yahudi Firqoon Ki Tarekh, p 20-21

نہیں بلکہ انجیل میں سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام بھی ان کے اس دعوے کی نکیر نہایت سخت الفاظ میں کرتے ہیں کہ اگر تم ابراہیمؑ کی اولاد ہوتے تو ابراہیمؑ جیسے کام کرتے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ تم شیطان کی اولاد ہو۔[26]

کتاب اللہ میں تحریف

مصر میں مدت مدید تک قبطیوں کی غلامی میں رہنے کی وجہ سے یہودیوں کی فطرت میں غلامی رچ بس گئی تھی لہذا یہودیت کے ماتھے پر لگے اس داغ کے تصفیے کے لیے ضروری تھا کہ اس بدنما نشان کو دوسری اقوام کی طرف منتقل کیا جائے چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہودیوں نے تورات میں تحریف جیسے گھناؤنے جرم سے بھی گریز نہ کیا۔ سیدنا سلیمانؑ کے بعد سے ہی یہودی نہ صرف بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے بلکہ ان کا مقصد وحید زیادہ سے زیادہ مال و دولت کا حصول اور اسرائیل کی سابقہ طاقت کی بحالی تھا چنانچہ مادی توقعات کی تکمیل، پر تعیش طرز زندگی کے حصول، اقوام عالم میں یہودی بالادستی و فوقیت کو باور کرانے کے لیے اسرائیلی بادشاہوں کے مختلف ادوار میں تورات میں بے شمار مقامات پر تحریفات کی گئیں[27] حالانکہ تورات میں ان کو اللہ تعالیٰ نے تاکید سے حکم دیا تھا کہ تم ان احکامات میں نہ اضافہ کرنا اور نہ ہی کچھ کمی کرنا[28] مگر اس کے باوجود انہوں نے حکم خداوندی کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کے اس جرم عظیم کو قرآن کریم میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

"یہ لوگ کتاب اللہ کے کلمات کو تبدیل کر دیتے ہیں اور اس نصیحت کو فراموش کر دیا ہے جو ان کو کی گئی تھی اور اس کا بڑا حصہ یہ بھول کر بیٹھے ہیں۔"[29]

کتاب اللہ میں تحریف جیسی عظیم جرات میں یہودی کاتبین کسی حد تک کامیاب تو ہو گئے مگر ہر اس روحانی تصور کے ادراک سے محروم ہو گئے جو انہیں مادی توقعات اور قومیت سے ماورا کرتا۔ تورات کے متون میں یہ یہودی تحریفات کا ہی کرشمہ ہے کہ کاتبوں نے جلیل القدر انبیاء کرامؑ کی وقائع نگاری بھی اس انداز سے کی ہے کہ گویا یہودیوں کی طرح یہ مقدسین بھی مال، دولت اور طاقت میں مسلسل اضافے کے خواہش مند تھے۔

انبیاء کرامؑ پر الزامات

بنی اسرائیل جب ارض فلسطین پر وارد ہوئے تو یہاں سیدنا یعقوبؑ کے بھائی عیسو اور سیدنا لوطؑ کی آل اولاد بھی آباد تھی۔ ان قوموں کی زمینیں ہتھیانے اور انہیں اقوام کی نظر میں معتوب بنانے کے لیے اسرائیلیوں نے تورات میں تحریف کرتے ہوئے سیدنا یعقوبؑ پر الزام لگایا کہ انہوں نے اپنے بھائی عیسو کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے دھوکہ دے کر ان سے پہلوٹھے بیٹے کا حق خرید لیا تھا[30] لہذا اب بنی عیسو اس سرزمین پر کسی قسم کا حق نہیں رکھتے۔ دوسری طرف بنی عمون اور بنی موآب تھے جو سیدنا لوطؑ کی اولاد میں سے تھے اور ارض فلسطین پر صدیوں سے آباد تھے۔ یہودی کاتبوں نے ان پر یہ الزام لگایا کہ نعوذ باللہ سیدنا لوطؑ کی بیٹیوں نے ان کو شراب پلا کر نشے کی حالت میں ان سے ہم بستری کی جس کے نتیجے میں دونوں بیٹیاں حاملہ ہوئیں اور ان سے

---

[26] کلام مقدس، یوحنا ۸: ۴۴-۳۹

Kalam-e-Muqaddas, John 8:39-44

[27] Jonathan Kirsch, *The Harlot by the Side of the Road* (New York: Ballantine Books, 1997), 259

[28] کلام مقدس، استثناء ۴: ۲

Kalam-e-Muqaddas, Deuteronomy 4:2

[29] القرآن الکریم ۵:۱۳

5:13.Al-Quran

[30] کلام مقدس، پیدائش ۲۵: ۲۹-۳۴

Kalam-e-Muqaddas, Genesis 25:29-34

جواولاد ہوئی اس میں ایک کا نام عمون اور دوسرے کا نام مواب رکھا گیا۔[31] سیدنا لوطؑ کے علاوہ یہودیوں نے اپنے جد امجد سیدنا یعقوبؑ پر بھی شراب پینے کا الزام عائد کیا ہے۔[32]

سیدنا داؤدؑ و سلیمانؑ کا زمانہ یہودی تاریخ کا سنہری دور کہلاتا ہے۔اس لحاظ سے سیدنا داؤدؑ کو یہودیت میں خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے مگر اس کے باوجود یہودی کاتبوں نے اس جلیل القدر صاحبِ کتاب پیغمبر کو بھی نہیں بخشا اور ان پر یہ الزام لگادیا کہ وہ برہنہ اپنی قوم کے سامنے ناچے تھے اور قوم کے تمام مرد و عورتوں نے ان کا یہ ناچ دیکھا۔[33] کاتبوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بڑھ کر مزید الزام یہ تراشا کہ داؤدؑ نے اپنے محل کی چھت سے اپنے ہمسایے اور سپہ سالار اوریاہ کی بیوی کو برہنہ نہاتے ہوئے دیکھ کر اپنے پاس بلوایا اور اس سے بدکاری کی۔[34]

فساد فی الارض

یہودیوں نے صرف الزام تراشی پر ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ اپنے گرد بسنے والی ہر قوم پر لعنت ملامت کرنا شروع کردی اور انہیں ارض فلسطین سے بے دخل کرنے کے لیے نہایت سفاکانہ انداز سے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ایک تالمودی روایت کے مطابق کسی غیر یہودی کو قتل کرنا سانپ مار دینے کے برابر ہے۔[35] قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی سرکش فطرت اور باغیانہ روش دیکھ کر ان کے متعلق پہلے ہی یہ فیصلہ سنادیا تھا کہ یہ لوگ زمین میں فساد برپا کریں گے۔

" وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا "[36]

"اور ہم نے اپنے اس فیصلے سے بنی اسرائیل کو الکتاب میں آگاہ کر دیا تھا کہ تم لوگ دو مرتبہ زمین میں بڑی خرابی کرو گے اور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔"

یہودیوں نے اس قتل و غارت کو شرعی جواز فراہم کرنے کے لیے مقدس متون میں اضافہ کیا گیا اور انسانی قانون کو الہامی بنا کر پیش کر دیا۔

"خداوند تیرا خدا تجھ کو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے تو جارہا ہے پہنچادے اور تیرے آگے سے ان بہت سی قوموں کو یعنی حتیوں اور جرجاسیوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں نکال دے اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا۔"[37]

---

[31] کلام مقدس ،پیدائش۱۹ :۳۸-۳۰

Kalam-e-Muqaddas, Genesis 19:30-38

[32] کلام مقدس ،پیدائش۲۷ :۲۵

Kalam-e-Muqaddas, Genesis 27:25

[33] کلام مقدس ،۲-سموئیل۶ :۲۳-۱۲

Kalam-e-Muqaddas, 2-Samuel 6:12-23

[34] کلام مقدس ،۲-سموئیل۱۱ :۲۷-۲

Kalam-e-Muqaddas, 2-Samuel 11:2-27.

[35] Rev. Dr. A. Cohen, *Everyman’s Talmud*, 2nd ed. (London: J. M. Dent & Sons Ltd, 1949), 66.

[36] القرآن الکریم ۱۷:۴

Al-Quran 17:4

[37] کلام مقدس ،استثناء۷ :۲-۱

Kalam-e-Muqaddas, Deuteronomy 7:1-2

اللہ تعالیٰ نہ صرف عادل ہے بلکہ وہ رحیم بھی ہے مگر یہاں عدل وانصاف کے بر خلاف ان اقوام کا کوئی جرم بیان نہیں کیا گیا جس کی بنا پر ان کے لیے اتنا سخت آسمانی حکم وارد ہو گیا۔رب کریم کی عادل و منصف ذات ہر گز ایسے ظالمانہ اور غیر منصفانہ احکام نہیں دے سکتی کہ فقط ارض کنعان میں رہنے کی وجہ سے ان معصوم لوگوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔یہ تمام احکاماتِ شنیعہ مکمل طور پر یہودیوں کے حق میں وارد ہوئے ہیں جس میں کسی معصوم و مظلوم کے ساتھ شفقت کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا گیا بلکہ یہودیوں نے اپنے قبیح افعال کا تعلق خدا کے حکم سے جوڑ دیا کہ خدا نے ہی یہودیوں کو تمام دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔[38]

بت پرستی

یہودیوں نے سیدنا موسیٰؑ کی موجودگی میں بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی جس پر خدائی عتاب کے مستحق ٹھہرے۔سیدنا موسیٰؑ کے وصال کے بعد جب یہ حضرت یوشعؑ بن نون کی قیادت میں ملک کنعان میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ پر شکر ادا کرنے کے بجائے انہوں نے پھر سے بت پرستی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بعل اور یسیرت نامی بتوں کو پوجنے لگے۔[39]سیدنا سلیمانؑ کے بعد یہودیوں میں بت پرستی عام ہو گئی تھی حتی کہ یہودیوں کے بادشاہ اخی اب نے مشرکہ عورت سے شادی کر رکھی تھی جس کے اصرار پر بادشاہ نے لوگوں کو بت پرستی کی اجازت دے دی تھی۔[40]سیدنا الیاسؑ کے دور میں یہودیوں میں بت پرستی عام ہو چکی تھی اور بعل دیوتا کی پوجا سر عام کی جاتی تھی۔بت پرستی کے خلاف آواز بلند کرنے پر سیدنا الیاسؑ کو بادشاہ نے متعدد بار قتل کرنے کی دھمکی بھی دی مگر اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکا بالآخر بعل کے پجاریوں سے سیدنا الیاسؑ کا کوہ کرمل پر تاریخی مباہلہ ہوا جس میں فتح حق کی ہوئی اور بعل کے پجاری مارے گئے۔[41]بت پرستی کا یہ سلسلہ چار سو سال تک جاری رہا جس میں متعدد انبیاء کرامؑ نے یہودیوں کو خبر دار کیا اور بت پرستی سے باز ہونے کی تلقین کی مگر انہوں نے نبیوں کی بات ماننے کے بر عکس انہیں قتل کر ڈالا۔

قتل انبیاء

قرآن کریم کے مطابق یہودیوں نے انبیاء کرامؑ کی دعوت پر لبیک کہنے کے بجائے ان کی تکفیر کی اور ان کو قتل تک کر ڈالا۔قرآن کریم یہودیوں پر یہ فرد جرم اس انداز سے عائد کرتا ہے۔

> "اور یاد کرو کہ اس وقت کو کہ ان سے کہا گیا کہ ایمان لاؤ اس پر جو اللہ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو بس اسی پر ایمان لائیں گے جو ہم پر اتارا گیا اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اس کا انکار کرتے ہیں پس وہی تو سراسر حق ہے اور تصدیق کرتی ہے ان کے پاس موجود کتاب کی ۔آپ کہہ دیجیے کہ تم اگر ایمان رکھتے ہو تو پھر انبیاءؑ کو قتل کیوں کرتے رہے۔"[42]

---

[38] غازی، قدیم یہودی فرقوں کی تاریخ ،ص۱۰۵-۱۰۴

Ghazi, Qadeem Yahudi Firqoon Ki Tarekh, p 104-105

[39] کلام مقدس ،قضاۃ۳ :۷

Kalam-e-Muqaddas, Judges 3:7

[40] کتاب مقدس مطالعاتی اشاعت ،ص۶۳۸

Kitab-e-Muqaddas Mutaalati Ishaat, pg 638

[41] کلام مقدس ،۱-سلاطین ۱۸ :۴۰-۲۰

Kalam-e-Muqaddas, 1-Kings 18:20-40

[42] القرآن الکریم ۲:۹۱

Al-Quran 2:91

یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی سزائیں دی ان کی بڑی وجوہات میں ایک بات یہ تھی کہ یہ قوم انبیاء کرامؑ کو بے دردی سے شہید کر دیا کرتی تھی۔ قرآن کریم کے مطابق اس جیسے افعال مذمومہ ہی ان کو بارگاہِ یزداں سے سزا ملنے کا سبب بنے۔

" فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ"[43]

"ان کو جو سزا ملی وہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ کیے گئے وعدے کو توڑا، آیاتِ خداوندی کا انکار کیا اور نبیوں کو بغیر کسی وجہ کے شہید کیا۔"

تورات کے مطابق یہودیوں نے متعدد مواقع پر بے گناہ اور معصوم انبیاء کرامؑ کو شہید کیا۔ اسرائیل کے بادشاہ اخی اب کی بیوی نے تو درجنوں انبیاء کرامؑ کو بیک وقت شہید کروایا تھا[44] مگر پوری یہودی قوم میں سے کسی نے بھی اس ظلم و سربریت کے خلاف آواز بلند نہیں کی۔ اس وقت حضرت عبدیاہؑ (عبداللہؑ) نے باقی بچ جانے والے سو نبیوں کو خفیہ طریقے سے ایک غار میں منتقل کر دیا اور کئی دن تک ان اشیائے خورد ونوش پہنچاتے رہے تاکہ مقدس نبیوں کی یہ جماعت اسرائیل کے بادشاہ اور اس کی بیوی کے شر سے محفوظ رہیں۔ ان نبیوں کے اسماء گرامی تو تاریخ میں مرقوم نہیں ہیں تاہم بائبل کے متون سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کی یہ جماعت باقاعدہ معاشرے میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سکونت پذیر تھی۔ اس بات کی صراحت اس واقعہ سے ہوتی ہے جب ایک بے نام نبی کی بیوی حضرت الیشع علیہ السلام کے پاس کوئی حاجت لے کر آتی ہے۔[45] اس کے علاوہ اسرائیل کی متحدہ سلطنت کے دوسرے حصے یہودیہ کے بادشاہ نے بت پرستی اور شرک کے خلاف آواز بلند کرنے پر حضرت زکریاہؑ بن یہویدع کو شہید کرنے کا پروانہ جاری کیا اور بادشاہ کے ساتھیوں نے انہیں بیت المقدس کے اندر حرمتِ حرم کا خیال کیے بغیر ہی پتھر مار مار کر شہید کر ڈالا۔[46] اس شرم ناک واقعہ کے باوجود یہودیوں میں کوئی ہلچل نہیں مچی اور نہ ہی کسی نے اس ظلم پر لب کشائی کرنے کی جرات کی۔

اس کے علاوہ بخت نصر کے حملہ سے کچھ عرصہ قبل یہودیوں کے افعال شنیعہ اور مشرکانہ روش کو دیکھتے ہوئے حضرت اوریاہؑ بن سمعیاہ نے پیش گوئی کی کہ جلد ہی بادشاہ کی سلطنت زوال پذیر ہو کر ختم ہو جائے گی۔ اس بات پر یہویاقیم سیخ پا ہو گیا اور اس نے اپنی تلوار سے نہ صرف حضرت اوریاہؑ کو شہید کر ڈالا بلکہ ان کے جسدِ مبارک کی بے حرمتی بھی کی۔[47] اس قدر ظلم کے باوجود یہودیوں نے بادشاہ کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی بلکہ سکوت اختیار کیے رکھا۔ سیدنا الیاسؑ نے بھی اس تمام ظلم کو اجتماعی طور پر پوری یہودی قوم کا فعل قرار دیا تھا۔

"خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا کہ اے ایلیاہ! تو یہاں کیا کرتا ہے اس نے کہا خداوند لشکروں کے خدا کے لیے مجھے بڑی غیرت آئی کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھا دیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں۔"[48]

---

43 القرآن الکریم ۳:۱۵۵

Al-Quran 3:155

44 کلام مقدس، ۱-سلاطین ۱۸: ۴، ۱۳

Kalam-e-Muqaddas, 1-Kings 18:4,13

45 کلام مقدس، ۲-سلاطین ۱ : ۴

Kalam-e-Muqaddas, 2-Kings 1:4

46 کلام مقدس، ۲-تواریخ ۲۴ : ۲۱-۱۸

Kalam-e-Muqaddas, 2-Chronocle 24:18-21

47 کلام مقدس، یرمیاہ ۲۶ : ۲۳-۲۰

Kalam-e-Muqaddas, Jeremiah 26:20-23

48 کلام مقدس، ۱-سلاطین ۱۹ : ۱۰

Kalam-e-Muqaddas,1-Kings 19:10

سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے والد سیدنا زکریاؑ کو بھی یہودیوں نے شہید کیا تھا۔ قدیم عیسائی روایات کے مطابق انہیں اس وقت شہید کیا گیا جب ہیرو دیس بادشاہ کے حکم پر معصوم بچوں کا قتل عام جاری تھا۔ اس وقت حضرت زکریاؑ نے شیر خوار یحییٰ علیہ السلام کو ایک غار میں چھپا دیا تھا اور یہودیوں کے بار بار استفسار کرنے پر بھی انہوں نے غار کا پتہ نہیں بتایا جس پر یہودیوں نے انہیں شہید کر دیا۔[49]

سیدنا الیاسؑ کے بعد سیدنا عیسیٰ مسیحؑ نے بھی یہودیوں کو قاتلین انبیاء قرار دیا ہے۔ انہوں نے یہودیوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ تم یہ کہتے ہو کہ اگر تم اپنے باپ دادا کے وقت ہوتے تو نبیوں کے قتل میں شریک نہیں ہوتے پس اس طرح سے تم خود ہی اپنے لیے اقرار کرتے ہو کہ تم قاتلینِ انبیاء کی اولادیں ہو تو پھر تم کیسے جہنم کی سزا سے بچ سکتے ہو؟ تمہارے پاس متعدد نبی آئے مگر تم نے ان کو قتل کیا اور عبادت خانوں میں ان پر کوڑے برسائے۔[50]

سبت کی توہین

یہودیوں کی سرکش طبیعت اور بار بار خداوند کریم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کو رشد و ہدایت سے بہرہ مند کرنے کے لیے جہاں تورات مقدس کو تفویض کیا وہیں ان کے لیے سبت کا دن دیگر امور سرانجام دینے کے بجائے فقط عبادت گزاری کے لیے مختص کر دیا تا کہ ان کا تعلق معبود حقیقی سے بدستور استوار رہے تاہم ان لوگوں نے سبت کی تعظیم و توقیر کرنے اور اس کے آداب بجالانے کے برعکس ہمیشہ سبت کے احکامات کی خلاف ورزی کی جو اس بات کی واضح علامت تھی کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے میں سنجیدہ نہیں ہے۔ سبت کی مسلسل تعظیم نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان میں سے ایک جماعت کو بطور سزا بندروں میں تبدیل کر دیا۔

" وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ "[51]

"اور یقیناً تم کو ان لوگوں کا قصہ بھی معلوم ہے جنھوں نے سبت کا قانون توڑا تھا پس ہم نے بھی ان سے کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔"

خلاصہ

تحقیق ہذا کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ یہودیوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ یہ ہر عہد اور زمانے میں خداوند کریم اور اس کے نبیوں نے نافرمان اور گستاخ رہے ہیں جس کی وجہ سے بائبل اور قرآن دونوں میں ہی ان کے افعال شنیعہ کی مذمت اور ان پر لعنت کی گئی ہے۔ یہودیوں کے جرائم کی ایک طویل فہرست ہے جو قرآن مجید مختلف مقامات پر بالعموم اور سورۃ بقرہ میں بالخصوص بیان کرتا ہے کہ ان اسباب کی وجہ سے اللہ تعالی نے ماضی کی اس منعم علیہ قوم کو دائمی مغضوب وضالین کا مصداق بنادیا۔ ان کی سرکش اور باغیانہ روش کی وجہ سے اللہ تعالی ہر دور میں ان پر عذاب نازل کر کے اور انبیا کرام بھیج کر انہی سرزنش اور تنبیہ کرتا رہا مگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے بالآخر حضرت عیسی علیہ السلام نے بھی انہیں عذاب الہی کی وعید سنادی تھی۔

---

[49] Hugh J. Schonfield, *Jesus : Man, Mystic, Messiah* (London: Open Gate, 2004), 37.

[50] کلام مقدس ، متی ۲۷ : ۲۵-۲۴

Kalam-e-Muqaddas, Matthew 27:24-25

[51] القرآن الکریم ۲:۶۵

Al-Quran 2:65

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)